# فرائضی تحریک

پروفیسر محمد اسلم

(صدر شعبۂ تاریخ، جامعہ پنجاب، لاہور)

یہ مقالہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیرِ اہتمام سالانہ محاضراتِ قرآنی منعقدہ مارچ ۱۹۹۰ء میں پڑھا گیا

برِّعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں کی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ جب بھی یہاں حالات ناساعد ہوئے اور فکری اضمحلال اور ذہنی انتشار ملّی طاقت اور اِسلامی اقدار کو مفلوج کرنے لگا اور غیر مسلم قوتیں اور بے دین عناصر اسلامی معاشرے کو نقصان پہنچانے لگے تو ملّتِ اسلامیہ کا درد دل میں رکھنے والے رہنماؤں نے ہمیشہ مہبطِ وحی 'مکہ مکرّمہ اور مدینہ منوّرہ سے ہی فکر و عمل کی روح اور توانائی حاصل کی۔

امیر تیمور کے حملے سے سلطانِ دہلی کے وقار کو سخت دھچکا لگا اور برعظیم پاک و ہند میں مسلم معاشرے کی چولیں ڈھیلی ہوگئیں - مرکز کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے صوبوں میں خود مختار حکومتیں قائم ہوگئیں تو راجستھان میں ہندو راجپوتوں نے آزاد ریاستیں قائم کرلیں اور دکن میں ہندوؤں نے وجیا نگر کے نام سے ایک طاقتور ریاست قائم کرلی جس نے دو صدیوں تک جنوبی ہند میں مسلمانوں کی پیش قدمی اور اسلام کی اشاعت کو روکے رکھا۔ وجیانگر کے ہندو حکمرانوں نے اپنی ریاست میں ہندو دھرم کو سنبھالا دیا اور مسلمانوں پر اتنے مظالم ڈھائے کہ ان کی اکثریت ترکِ وطن کر کے جزائر شرق الہند یعنی موجودہ انڈونیشیا کی جانب چلی گئی - راجستھان اور وجیانگر میں ہندوؤں کو سنبھالا ملا تو انہوں نے ہندو دھرم کے احیاء کی کوششوں کو تیز تر کر دیا جس کے نتیجے میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو زبردستی شُدھ کرنا شروع کر دیا - لودھیوں کے عہد میں بہار میں ہندوؤں نے شدھی کی تحریک تیز تر

© rasailojaraid.c

کر دی اور اسلام پر قائم رہنے والے مسلمانوں کو بے دریغ قتل کر دیا- کالپی کا ضابطہ دار نصیر خان شدھ ہو کر مسلمانوں پر ظلم کرنے لگا- دوسری جانب، راجستھان میں رانا سانگا نے دوسرے راجپوت حکمرانوں پر بالا دستی قائم کر کے مسلمانوں کو برعظیم سے نکال کر یہاں رام راج قائم کرنے کے ارادے سے لاکھ ہزار شہسوار جمع کر لئے اور راجستھان کے قدیم اسلامی اور روحانی مراکز ناگور اور اجمیر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی-

اسی اثنا میں بابر برعظیم کے سیاسی افق پر نمودار ہوا اور اس نے لودھی خاندان کے آخری حکمران سلطان ابراہیم کو پانی پت کے تاریخی میدان میں شکست دے کر یہاں مغلیہ حکومت کی بنیاد رکھ دی- رانا سانگا کا یہ خیال تھا کہ بابر بھی اپنے جدِ امجد امیر تیمور کی طرح لوٹ مار کر کے وسطِ ایشیا کی جانب لوٹ جائے گا اور اس کے یہاں سے جاتے ہی وہ برعظیم میں رام راج قائم کر لے گا لیکن جب بابر نے یہیں رہنے کا فیصلہ کر لیا تو رانا سانگا کو اپنے عزائم خاک میں ملتے نظر آنے لگے اور وہ اپنے لاؤ لشکر سمیت بابر کو برعظیم سے نکالنے کا عزم لے کر آگرے کی جانب بڑھا- بابر نے فتح پور سیکری کے میدان میں رانا سانگا کا مقابلہ کیا- تاریخ اس پر گواہ ہے کہ وہ بابر جس کی پوری زندگی میدان جنگ میں دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے گزری تھی، رانا سانگا کے لاؤ لشکر اور جنگی تیاریوں کو دیکھ کر گھبرا گیا- اس موقعہ پر اس کی نظریں آسمان کی جانب اٹھیں- اس نے ناؤ نوش سے توبہ کی اور سربسجود ہو کر بارگاہِ الٰہی میں اپنی کامیابی کے لئے دعا کی اور رانا سانگا کے خلاف جہاد کا اعلان کیا- بابر نے ۱۵۲۷ء میں رانا سانگا کو فتح پور سیکری کے میدان میں فیصلہ کن شکست دے کر برعظیم پاک و ہند میں اسلامی قدروں کو بچا لیا- رانا سانگا کو شکست دینا ابراہیم لودھی کے بس کی بات نہ تھی، اس کا کریڈٹ بابر کو جاتا ہے کہ اس نے رانا سانگا کو شکست دے کر مسلمانوں کو ہندوؤں کی غلامی سے بچا لیا-

گجرات و کاٹھیاواڑ کے ساحلی علاقے مرکزِ خلافت سے دور ہونے کی وجہ سے گمراہ اور ملحد فرقوں کے لئے جائے پناہ کا کام دیتے تھے- اس علاقے میں اسماعیلی، داؤدی بوہری، مہدوی اور اشراقی سرگرم عمل رہتے تھے- ان کے اثرات کو ختم کرنے کے لئے شیخ علی متقی، عبدالوہاب متقی اور شیخ محمد بن طاہر بوہرہ پٹنی نے سر دھڑ کی بازی لگا دی- مؤخر الذکر بزرگ نے تو اپنے سر پر دستار باندھنا چھوڑ دی تھی اور یہ عہد کیا تھا کہ جب تک گجرات

d.com

میں کتاب وسنّت کا بول بالا نہ ہو گا' وہ ننگے سر رہا کریں گے - ان تینوں بزرگوں کو بدعت کا قلع قمع کرنے کا جذبہ ابنِ حجر مکی سے ملا تھا جو شیخ علی متقی کے استاد تھے - بالفاظِ دگر ان بزرگوں کی زندگیوں میں مقصدیت کا شعلہ اُسی وقت بھڑکا جب انہوں نے حجازِ مقدس جا کر اپنی صلاحیتوں کو صیقل کیا -

اکبر' بلکہ بقول اورنگ زیب عالمگیر' اکفر کے عہد میں جب اسلام اور مسلمانوں پر افتاد پڑی اور بقول حضرت مجدد الف ثانیؒ کوئی مصیبت ایسی نہ تھی جو مسلمانوں پر نہ ٹوٹی' بنگال کا ہندو رہنما جیتنیہ مسلمانوں کو ہندو دھرم میں شامل کرنے کا عزم لے کر ندیا سے متھرا کی جانب روانہ ہوا اور اثنائے سفر مسلمانوں کو مرتد کرتا گیا - اس کے سوانح حیات میں منقول ہے کہ اس نے بجلی خان نامی ایک پٹھان کو اس کے دس ساتھیوں سمیت گئو موتر پلا کر شدھ کر لیا اور انہیں بیراگی بنا کر ہندو دھرم کی رکھشا کے لئے چھوڑ دیا - یہ پٹھان بیراگی جس تیرتھ پر جاتے تھے وہاں انہیں ہندو ہاتھوں ہاتھ لیتے تھے -

ان حالات میں شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ' جو حجازِ مقدس میں شیخ عبد الوہابؒ متقی سے حدیث کی سند لے کر اور مدینہ منورہ سے جذب القلوب کی روح لے کر برِّ عظیم آئے تھے' میدان میں نکلے - انہوں نے "مدارج النبوۃ" لکھ کر مقامِ نبوت کو واضح کیا اور اکبر کی اجتہادی پوزیشن پر ضربِ کاری لگائی - شیخ عبد الحق محدث بھی اپنی صلاحیت کو حجازِ مقدس میں ہی صیقل کر کے یہاں آئے تھے -

اکبر اور جہانگیر کے عہد کے عظیم مصلح حضرت مجدد الف ثانیؒ حجازِ مقدس تو نہ جا سکے لیکن وہ یہیں رہتے ہوئے فیضانِ نبوّت سے مستنیر ہوئے اور انہوں نے اسلام کو بچانے کے لئے سات آٹھ محاذوں پر جنگ لڑی - انہوں نے ہندوؤں کی بڑھتی ہوئی جارحیت' بھگتی تحریک کی روز افزوں مقبولیت' علمائے سوء کے فساد' صوفیائے خام کی گمراہی' اکبر اور اس کے مصاحبوں کی بے دینی اور ایران سے تازہ وارد شدہ رفض و تفضیل کے خلاف مضبوط بند باندھے -

مغلوں کے آخری دورِ حکومت میں جب مرہٹوں' جاٹوں اور سکھوں کے مظالم بڑھے تو شاہ ولی اللہؒ' سید احمدؒ رائے بریلوی' شاہ اسمٰعیلؒ شہید اور مولانا عبد الحئیؒ بڈھانوی نے اپنی تمام تر صلاحیتیں اسلامی اقدار کو بچانے کے لئے صرف کر دیں - یہ بھی عجیب اتفاق

© rasailojaraid.com

ہے کہ چاروں بزرگوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جاکر اپنی زندگیوں میں مقصدیت پیدا کی اور دین کی خدمت کا نیا جذبہ لے کر برعظیم واپس آئے - ان بزرگوں نے سرفروشی کے جذبات بیدار کیے اور پسے ہوئے مظلوم مسلمانوں میں عزم و ہمت کی ایک نئی روح پھونک دی - پروفیسر خلیق احمد نظامی نے کیا خوب کہا ہے کہ برعظیم کی آزادی کی تحریک سے ان اثرات کو نکال دیجئے تو ایک وسیع خلا نظر آئے گا اور جذباتِ حرّیت کے منابع و مخارج کا پتہ لگانا مشکل ہو جائے گا-

۱۷۶۴ء میں انگریزوں نے شاہ عالم ثانی' میر قاسم اور شجاع الدّولہ کی متّحدہ فوج کو بکسر کے میدان میں شکست دے کر بنگال' بہار اور اڑیسہ کی دیوانی حاصل کرلی تو وہ عملاً اس علاقے کے حکمران بن گئے - انگریز تاجروں نے ہندو زمینداروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر قیامت ڈھادی تو اس مصیبت سے مسلمانوں کو نکالنے کے لئے حاجی شریعت اللہ اور میر نثار علی عرف تیتو میر نے رہنمائی فرمائی اور اتفاق دیکھئے کہ یہ دونوں بزرگ بھی برسوں حجازِ مقدس میں رہ کر اپنے اندر عملی روح پیدا کر چکے تھے -

۱۸۵۷ء میں حصولِ آزادی کی کوشش میں ناکامی کے بعد مسلمانوں کو اس بات کا احساس ہوگیا کہ فی الحال انگریزوں سے سیاسی اقتدار واپس لینا ممکن نہیں اس لئے اب دین اور علومِ دین کو بچانے 'فنڈر اور فورمین جیسے دریدہ دہن پادریوں اور دیانند سرسوتی جیسے بے باک و مادر پدر آزاد آریا سماجی رہنما کا مقابلہ کرنے کے لئے کام کرنا چاہئے - مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ پادریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں نکلے اور انہوں نے پادریوں کے چھکے چھڑا دیئے - بالآخر برطانوی حکومت پادریوں کی مدد کے لئے حرکت میں آئی تو مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے حجازِ مقدس میں پناہ لی - حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ 'معرکۂ شاملی میں حصہ لینے کے بعد انگریزوں کے انتقام سے بچنے کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے - اسی زمانے میں وہاں مدرسہ صولتیہ قائم ہوا جو برِّعظیم کے علماء کے لئے جائے پناہ بن گیا - حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے دامنِ ارادت سے وابستہ علماء کرام میں سے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ 'مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ ایک نئے جذبے کے ساتھ میدانِ عمل میں کودے - یہ حضرات حجازِ مقدس جاکر قبلہ حاجی صاحب سے ہدایات وصول کرتے رہے اور وہیں سے روشنی لاکر برِّعظیم میں پھیلاتے رہے - جب ان کی مساعئ جمیلہ سے آزادی کی منزل نظر

d.com

آنے لگی تو شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، عبید اللہ سندھیؒ، مولانا حسین احمدؒ مدنی اور علّامہ شبیر احمدؒ عثمانی آگے بڑھے۔ شیخ الہندؒ مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور وہیں سے گرفتار کر کے مالٹا روانہ کئے گئے۔ حضرت مدنیؒ نے برسوں مدینہ منورہ میں روضۂ مبارک کے سامنے بیٹھ کر درسِ حدیث دیا۔ عبید اللہ سندھی نے تیرہ برس مکہ مکرمہ میں رہ کر شاہ ولی اللہ کی تصانیف کا مطالعہ کر کے اپنے دماغ کو صیقل کیا۔

اس لمبی چوڑی تمہید کا مقصد یہ بتانا تھا کہ جن علماء کرام نے اِس ملک میں مسلمانوں کی کشتی کو ڈوبنے سے بچایا ان کی زندگیوں میں مقصدیّت کا شعلہ اسی وقت بھڑکا جب انہوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جا کر اپنی صلاحیتوں پر صیقل کیا اور وہ "رجوع الی القرآن و السّنۃ" کی دعوت لے کر برعظیم آئے۔ آج کی نشست میں مجھے فرائضی تحریک کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے جس کے بانی حاجی شریعت اللہؒ "رجوع الی القرآن" کی دعوت لے کر اٹھے تھے۔

حاجی شریعت اللہ ۱۷۸۱ء میں مشرقی بنگال کے ضلع فرید پور کے ایک چھوٹے سے گاؤں بندر کھولہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت سے ۲۴ سال پہلے جنگِ پلاسی میں بنگال کے مسلمانوں کے مقدّر پر غلامی کی مہر لگ چکی تھی اور ۱۷ سال قبل بکسر کی جنگ میں انگریزوں نے شاہ عالم ثانی، میر قاسم اور شجاع الدّولہ کو شکست دے کر بنگال، بہار اور اڑیسہ کی دیوانی ۲۶ لاکھ روپے سالانہ کے عوض شاہ عالم سے خرید لی تھی۔ بنگال کی زرخیز زمینیں مسلمانوں کے قبضے سے نکل کر ہندوؤں اور انگریزوں کے قبضے میں چلی گئی تھیں۔ انگریز نیل کی کاشت اور اس کی یورپ کی منڈیوں میں برآمد میں دلچسپی رکھتے تھے اور ہندوؤں کو زمینوں سے حاصل ہونے والی آمدنی سے سروکار تھا۔ نیل کی کاشت اور ہندوؤں کی ملکیت زمینوں کی کاشت غریب مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھی۔ انگریز اُن کے منہ کا ایک ایک نوالہ چھین رہے تھے اور ہندو زمیندار اُن کے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑنے پر تُلے ہوئے تھے۔ ان حالات میں حاجی شریعت اللہ کی تعلیم کہاں ہوتی؟ ان کا بچپن انتہائی عسرت اور افلاس میں گزرا۔ وہ مسلمانوں کی زبوں حالی دیکھتے تو اُن کا دل کڑھتا اور وہ خون کے آنسو بہا کر خاموش ہو جاتے۔

۱۷۹۹ء میں جب حاجی شریعت اللہ ۱۸ برس کے ہوئے تو مسلمانانِ برِعظیم کی امیدوں کا

© rasailojaraid.c

آخری سہارا یعنی سلطنتِ خداداد میسور کا چراغ میر جعفر کے ہم مسلک و ہم مذہب میر صادق کی غداری کے سبب بجھ گیا- بقول علامہ اقبال ان دونوں کی روحوں کو جہنم نے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا- ان حالات میں شریعت اللہ برِعظیم کے حالات سے بددل ہو کر حجازِ مقدس چلے گئے جہاں سے قومی خدمت کرنے والوں کے قلوب کو ضیاء ملتی تھی-

شریعت اللہ کے حجاز پہنچنے سے سات سال قبل عرب کے بدنام مصلح محمد بن عبد الوہاب انتقال کر چکے تھے- ان کے حجاز پہنچنے کے چار سال بعد مکہ مکرمہ ترکوں کے قبضے سے نکل کر وہابیوں کے قبضے میں چلا گیا- سقوطِ مکہ کے دو سال بعد وہابی مدینہ منورہ پر بھی قابض ہو گئے- یوں اسلام کے ان دو مراکز میں نغمۂ توحید گونجنے لگا اور لوگ کتاب و سنت کی جانب مائل ہوئے-

شریعت اللہ نے قیامِ مکہ کے دوران متعدد حج کئے اور وہاں کے علماء سے قرآن و حدیث کا درس لیا- وہیں موصوف امام ابنِ تیمیہؒ اور ابن القیمؒ کے نظریات سے متعارف ہوئے جو وہابیوں کے فکر کی اساس تھے- وہابیوں کو مکے پر قبضہ جمائے ہوئے ابھی دس سال ہی گزرے تھے کہ سلطانِ ترکی کے ایماء پر مصر کے گورنر محمد علی نے حجاز پر حملہ کر دیا- اسی اثناء میں نپولین اتحادیوں کی قید سے فرار ہو کر فرانس پہنچ گیا- جس سے عالمی سیاست میں حیرت انگیز تبدیلی رونما ہو گئی اور محمد علی اپنی مہم ادھوری چھوڑ کر مصر واپس چلا گیا- اس کے واپس جاتے ہی وہابیوں نے اس کے فرزند طوسون کو حجاز سے نکال دیا-

نپولین کو ۱۸۱۵ء میں واٹرلو کی جنگ میں فیصلہ کن شکست ہوئی تو اتحادیوں نے اطمینان کا سانس لیا- اگلے سال محمد علی نے اپنے بیٹے ابراہیم کو حجاز و نجد کی مہم سونپی اور اس نے ۱۸۱۸ء میں وہابیوں کی حکومت کا صفایا کر دیا- یہ سب کچھ حاجی شریعت اللہ کی موجودگی میں ہوا- انہوں نے مزید دو سال حجاز میں گزارے اور ۱۸۱۸ء میں اپنے وطن پہنچ گئے-

حجاز میں اٹھارہ انیس سالہ قیام کے دوران میں انہوں نے وہابیوں کو ظاہرہ شریعت پر عمل کرتے دیکھا اور کتاب و سنت کے ساتھ اُن کے لگاؤ' رسوم و رواج سے نفرت اور شرک و بدعت کی مخالفت کو بہت قریب سے دیکھا اور دین کی اصل روح کو سمجھنے کی کوشش کی- موصوف یہی جذبہ لے کر برِعظیم واپس لوٹے اور انہوں نے اپنی تحریک کا آغاز اپنے آبائی قصبے سے کیا-

d.com

اُن کی برعظیم سے غیر حاضری کے دوران میں یہاں کے مسلمانوں کی دینی' اخلاقی اور معاشی حالت مزید خراب ہوگئی تھی۔ جس سال وہ برعظیم سے گئے اسی سال جنوبی ہند میں سلطنتِ خداداد میسور کا چراغ گل ہوا اور اُسی سال لاہور پر رنجیت سنگھ کا قبضہ ہوا اور حاجی شریعت کی واپسی تک وہ دریائے ستلج سے لے کر جمرود تک اور سری نگر سے لے کر ڈیرہ غازی خاں تک اپنی ریاست کی حدود بڑھا چکا تھا۔ رنجیت سنگھ کے ماتحت علاقوں میں مسلمانوں کی حالت بڑی نازک تھی۔ کئی مقامات پر سکھوں نے مسجدوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ بعض علاقوں میں اذان پر پابندی عائد تھی۔ ذبیحۂ بقر کی قطعی ممانعت تھی اور اسلامی شعائر مٹ رہے تھے۔

اُدھر ۱۸۰۳ء میں لارڈ لیک کی سرکردگی میں انگریزوں نے دہلی پر قبضہ کر لیا اور مغل بادشاہ لال قلعے کے اندر انگریزوں کے پنشن خوار کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے لگا۔ کلکتے سے لے کر سہارنپور تک انگریزوں کی عمل داری قائم ہوگئی۔ اقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھن گیا اور اسلامی شعائر مٹنے لگے۔ ان حالات میں سراج الہند شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے برِعظیم پاک و ہند کے دار الحرب ہونے کا فتویٰ صادر کر دیا۔ دار الحرب ہونے سے بات محض نمازِ جمعہ اور عیدین کے عدمِ جواز تک ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ یہ جذبۂ آزادی کو شعلہ بنانے کا اعلان تھا۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ اب مسلمانوں کو اپنی اور اسلامی شعائر کی حفاظت کے لئے سروں پر کفن باندھ کر میدان میں کود پڑنا چاہیے۔

اب ہم دوبارہ پیچھے کی طرف لوٹتے ہیں۔ جن دنوں حاجی شریعت اللہ حجازِ مقدس سے دعوت رجوع الی القرآن لے کر بنگال واپس لوٹے تو اُنہی ایّام میں سید احمدؒ بریلوی' شاہ اسمٰعیلؒ شہید' علمائے صادق پور اور صدہا مجاہدین بنگال میں یہی دعوت لے کر پہنچے ہوئے تھے۔ حاجی شریعت اللہؒ ۱۸۱۸ء میں بنگال آئے اور سید احمد بریلویؒ اور ان کے رفقاء کلکتہ سے ۱۸۲۰ء میں حجِ بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے۔ روایت ہے کہ اس زمانے میں بعض مفتیوں نے سمندر پر انگریزوں کے تسلّط اور برِعظیم پر ان کے قبضے کے بعد پیدا ہونے والی صورت کے پیش نظر حج کے اسقاط کا فتویٰ داغ دیا تھا' اس لئے سیّد صاحب اسلام کے اس اہم رکن کی ادائیگی کے لئے حجازِ مقدس تشریف لے گئے لیکن انہوں نے حج پر روانگی سے قبل پٹنہ سے لے کر کلکتہ تک مسلمانوں کے مُردہ دلوں میں زندگی کی ایک نئی روح

© rasailojaraid.com

پھونک دی تھی - بے نماز' نمازی بن گئے اور مساجد میں نمازوں کے اوقات میں نمازیوں کو مساجد کے اندر جگہ نہ ملتی تھی - رمضان المبارک میں قرنِ اول کے ماہِ صیام کی یاد تازہ ہو جاتی تھی - بنگال و بہار بس ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کا عہد کیا-' آثار الصّنادید' میں سر سید احمد خان لکھتے ہیں کہ جب تک سید صاحب کلکتہ میں مقیم رہے' شراب مطلق نہ بکنے پائی اور کلال خانے بند رہے - اس کے نواح میں آپ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں تک ہو گئی-

اس تمہیدِ طولانی سے میرے اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ سیّد صاحب اور اُن کے رفقاء حاجی شریعت اللہ کے لئے زمین ہموار کر گئے اور انہیں صرف بیج ڈالنے کی ضرورت پڑی-

حاجی شریعت اللہ کے ذہن میں یہ حدیث مبارک تھی کہ اسلام غریبوں سے شروع ہوا اور آخری دور میں غریبوں میں ہی رہ جائے گا- چنانچہ انہوں نے غریبوں 'کسانوں اور مزدوروں میں کام شروع کیا- انہوں نے رسوم و رواج کی بجائے اسلام کے فرائض بجالانے پر زور دیا اسی لئے ان کی تحریک کا نام' فرائضی تحریک' اوران کے پیروکاروں کا نام' فرائضی' پڑ گیا- انہوں نے اپنے مریدوں میں دیانت داری' احساسِ ذمّہ داری' خودداری اور خوداعتمادی پیدا کی - ان کے پیروکار اپنی ان صفات کی بنا پر دوسرے مسلمانوں سے ممتاز تھے -

حاجی صاحبؒ نے تمام بدعات کو ایک ایک کر کے ختم کیا- بیاہ شادی اور غمی کے مواقع پر سادگی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی - انہوں نے اپنے مریدوں کو قدم قدم پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور صحابہ کرامؓ کے نقشِ قدم پر چلنے کی وصیّت فرمائی -

زمانۂ حال کے جن مؤرخوں نے اس تحریک کا بغور مطالعہ کیا ہے' ان کی یہ رائے ہے کہ اس تحریک کو محدود فقہی مسائل کے دائرہ میں دیکھنا' طریقۂ محمدیہ اور وہابی تحریکوں کے اختلافات کے پس منظر میں پیش کرنا' یا محض نیل کے کاشت کار انگریزوں اور ہندو زمینداروں کے خلاف ان کی سعی کو محدود کر کے اس تحریک کا صحیح تجزیہ نہیں ہو سکتا- ان کے خیال میں اس تحریک کا دائرہ کار بہت وسیع تھا- اس کے مذہبی' سیاسی اور اقتصادی پہلو بھی قابلِ غور ہیں- حاجی شریعت اللہ کی تحریک' بنگال میں حریّت و آزادی کی وہ صدا تھی

d.com

جس نے بنگالی مسلمانوں میں وہ احساس و شعور بیدار کیا جس کے بغیر کوئی تحریک کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی - حاجی صاحب کے جانشین دادو میاں کے خلاف مقدمۂ بغاوت میں بنگال کے انگریز کمشنر Dampier نے اس کا برملا اعتراف کیا تھا کہ فرائضیوں کا مقصد انگریزوں کو بنگال سے نکال کر وہاں اسلامی اقدار بحال کرنا تھا- اس کا یہ بیان "Trial of Dadu Mian" کے ضمیمے میں ۲۶ اور ۲۷ صفحات پر موجود ہے-

حاجی شریعت اللہ نے سانحۂ بالا کوٹ کے نو سال بعد ۱۸۴۰ء میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا- اس داعیٔ کبیر کی قبر دریائے میگھنا کے سیلاب میں بہہ گئی اور یوں اُن کے پیروکار قبر پرستی کی بدعت سے محفوظ رہ گئے-

حاجی صاحب کی وفات کے بعد فرائضیوں نے ان کے فرزندِ ارجمند محسن الدّین احمد المعروف بہ دادُو میاں یا بنگالی لہجے میں دَدُّو میاں کو تحریک کا سربراہ مقرر کیا- مسند نشینی کے وقت ددّو میاں کی عمر بیس اکیس برس سے زیادہ نہ تھی، یعنی اگر وہ ہمارے دَور میں ہوتے تو ہنوز کرکٹ میچوں میں سنچریاں بنانے کے لائق ہوتے، لیکن قدرت نے ان سے کچھ اور ہی کام لینا تھا- اس نوجوان مجاہد نے تحریک میں نئی قوت، نیا جوش، نیا عزم اور فکری انقلاب پیدا کر دیا اور فرائضی سرگرم عمل ہوگئے-

ددّو میاں نے مشرقی بنگال کے متعدّد اضلاع کو چھوٹے چھوٹے حلقوں میں تقسیم کر کے انتظامی یونٹ قائم کئے اور ہر یونٹ میں اپنا ایک با اختیار خلیفہ انتظامی امور کی نگرانی کے لئے مقرر کیا- میاں صاحب نے پیرو مرید کی رسمی اصطلاح کی بجائے استاد و شاگرد کی اصطلاح اپنائی اور اخوت پر زور دیتے ہوئے فرائضیوں کو بھائیوں کی طرح مل جل کر رہنے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کی تلقین فرمائی- وہ فرائضیوں سے کہا کرتے تھے کہ انگریز غاصب حکمران ہیں لہٰذا اُن کی عدالتوں کے دروازے حصولِ انصاف کے لئے نہ کھٹکھٹاؤ- انہوں نے اپنے خلفاء سے کہا کہ وہ فرائضیوں کے جھگڑے اپنی سطح پر فیصل کر دیا کریں اور اگر کسی جھگڑے کی نوعیت سنگین ہو تو اسے مرکز میں بھیج دیا کریں-

اُن کے فرمان کے مطابق فرائضی کھانا پکاتے وقت ایک مٹھی چاول ایک برتن میں ڈال دیا کرتے تھے- مقررہ مدت کے بعد خلیفہ یا اس کا نمائندہ وہ چاول اکٹھے کر کے بیت المال میں جمع کرا دیتا- اسی مٹھی بھر چاولوں کے ساتھ جماعت کا پورا نظام چلتا تھا- مرکز کے

© rasailojaraid.com

علاوہ مختلف مقامات پر مسافروں کے لئے لنگر جاری تھے اور فرائضیوں کے علاج معالجے کا بھی خاطر خواہ انتظام تھا--

دو دو میاں نے فرائضیوں سے کہا کہ وہ ہندو زمینداروں کو اُن ناجائز ٹیکسوں کی ادائیگی بند کر دیں جن کی آمدنی سے ہندو دُرگا پُوجا' رام نومی' جنم اشٹمی' کالی دیوی کی پوجا' رکھشا بندھن' دیوالی' دسہرہ اور شوراتری جیسے تہوار مناتے ہیں' جن میں بتوں کی پرستش ہوتی ہے- دو دو میاں کے اس اعلان سے ہندوؤں میں ایک کھلبلی مچ گئی اور وہ فرائضیوں پر ظلم ڈھانے لگے- اس پر دو دو میاں نے اعلان کیا کہ وہ ہندوؤں کی زمین کاشت کرنے کی بجائے ایسٹ انڈیا کمپنی کے زیر تسلط بنجر علاقے کو زیر کاشت لائیں-

دو دو میاں کا یہ اعلان قابلِ صد ستائش ہے کہ "اَلاَرضُ لِلّٰہ" یعنی زمین خدا کی ملکیت ہے اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ بطورِ وارث اس پر قابض ہو- علامہ اقبال نے ان کے اسی اعلان کو ان الفاظ کا جامہ پہنایا ہے: ؎

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں' اللہ کی ہے یہ زمیں

وہ مؤرخین جنہوں نے اس تحریک کا عمیق مطالعہ کیا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ دو دو میاں کے اس اعلان کا ایک مقصد تو یہ تھا کہ زمین کا مالک وہی ہے جو اُس پر کاشت کرتا ہے' اس لئے کسی کو لگان' نذرانہ یا ناجائز ٹیکس وصول کرنے کا حق نہیں پہنچتا اور اس انقلابی اور جرأت مندانہ اعلان کا ایک پہلو یہ تھا کہ بنگال پر غیر ملکیوں کا قبضہ غاصبانہ ہے اور اسے تسلیم نہیں کیا جا سکتا-

دو دو میاں اور علامہ اقبال' دونوں کی خدائے ستار و غفار مغفرت فرمائے' بڑے بھلے وقتوں میں اللہ کو پیارے ہو گئے' اگر وہ آج زندہ ہوتے تو کراچی کے درجنوں مفتی انہیں الارضُ لِلّٰہ کہنے کے جرم میں اسلام سے خارج کر دیتے-

پروفیسر خلیق احمد نظامی کا یہ خیال صحیح معلوم ہوتا ہے کہ دو دو میاں نے فرائضیوں کے ساتھ مل کر متوازی حکومت کے تصوّر کو عملی شکل دی اور اسے تقویت پہنچائی- انہوں نے پنچائتیں اور عدالتیں قائم کر کے اور بیت المال بنا کر ایک مستقل نظامِ حکومت کی بنیاد ڈال دی-

d.com

مؤرخین لکھتے ہیں کہ دِدّو میاں دعوے کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ ان کی ایک آواز پر پچاس ہزار فرائضی سروں پر کفن باندھ کر میدان میں نکل سکتے ہیں - فرائضیوں کی بڑھتی ہوئی طاقت نے ہندو زمینداروں اور نیل کی کاشت اور تجارت کرنے والے انگریزوں کو چونکا دیا - انگریزوں نے فرائضیوں کے خلاف کئی جھوٹے مقدمات قائم کر کے انہیں قید کی سزا دی - دِدّو میاں پر بھی بغاوت کا الزام عائد کر کے انہیں ایک مقدمے میں پھسا دیا - انہی ایام میں ۱۸۵۷ء میں جنگِ آزادی شروع ہو گئی تو انگریزوں نے دِدّو میاں کو جیل میں بند کر دیا - بلیک ہول کے حادثے کی آڑ لے کر سراج الدولہ کے خلاف فوج کشی کرنے والے انگریزوں نے دِدّو میاں کو ایسے بلیک ہول میں نظر بند رکھا کہ انہیں تپ دق کا موذی مرض لاحق ہو گیا اور انہیں اُس وقت رہا کیا جب وہ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی طرح تپ دق کی آخری سٹیج میں تھے - ان کا انتقال ۱۸۶۲ء میں ہوا -

گو یہ تحریک دِدّو میاں کے اخلاف نے جاری رکھی لیکن انگریزوں اور ہندوؤں نے ان کی قدم قدم پر مخالفت کی - اس سے تحریک کا رنگ بدل گیا - تاہم اس تحریک نے جذبۂ حریت اور آزادی کو برقرار رکھا اور یہ انہی کی سعی و کاوش کا نتیجہ ہے کہ بنگال کے مسلمان دوسرے صوبوں میں بسنے والے مسلمانوں سے کہیں زیادہ متدیّن ہیں بلکہ اب تو بھارت میں اکثر و بیشتر مساجد کے آئمہ بنگالی ہی ہیں - یہ محض حسنِ اتفاق نہیں کہ آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد ڈھاکے میں رکھی گئی - ڈھاکے کا مذہبی ماحول فرائضیوں کی وجہ سے بڑا پاکیزہ تھا اور وہاں کے مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کا حقیقی درد تھا -


ڈاکٹر اسرار احمد کا نہایت اہم خطاب

# جہاد بالقرآن

کتابی صورت میں دستیاب ہے

صفحات: ۵۶ سفید کاغذ، عمدہ طباعت: قیمت فی نسخہ ۵/- روپے


© rasailojaraid.com